ڈاکٹر اسرار احمد

سُبْحٰنَ الَّذِیْ ۱۵

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ
الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ
الْبَصِیْرُ ۝ (بنی اسرائیل:۱)

قرآن مجید کا پندرہواں پارہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں اولاً سورۂ بنی اسرائیل مکمل اور پھر سورۃ الکہف کے تقریباً دو تہائی حصے شامل ہیں۔ یہ دونوں سورتیں مصحف کے بالکل وسط میں واقع ہیں اور حکمتِ قرآنی کے عظیم خزانوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان دونوں میں بہت سے پہلو مشابہ ہیں اور بعض اعتبارات سے یہ دونوں مل کر مضامین کی تکمیل کرتی ہیں۔ گویا کہ یہ دونوں بالکل جڑواں بہنوں کی مانند ہیں۔ اولاً تو قد و قامت کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں، چنانچہ دونوں بارہ بارہ رکوعوں پر مشتمل ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی ایک سو گیارہ آیات ہیں اور سورۃ الکہف کی ایک سو دس۔ پھر دونوں کا آغاز اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد سے ہوتا ہے، چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کا آغاز ہوتا ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ...... اور سورۃ الکہف کا آغاز ہوتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ (آیت ۱) کے الفاظ سے۔ ایک کے آغاز میں تسبیحِ باری تعالیٰ کا ذکر آیا ہے اور دوسری کی ابتدا حمدِ باری تعالیٰ سے ہوتی ہے اور ان دونوں کے مابین جو نسبت ہے وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے: اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاُہٗ وَتَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی "سبحان اللہ سے میزان نصف ہو جاتی ہے اور الحمد للہ سے وہ پُر ہو جاتی ہے"۔

اسی طرح دونوں سورتوں کے آغاز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور دونوں میں آپ

کی نسبتِ عبدیت کو نمایاں کیا گیا ہے: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ اور اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ معلوم ہوا کہ حضورؐ کی اصل نسبت یا عروجی نسبت یا آپؐ کا طرۂ امتیاز مقامِ عبدیت ہے، اور آپؐ عبدیتِ کاملہ کے مقام پر فائز ہیں، اگرچہ ہم آپؐ کی عبدیت کو اپنی عبدیت پر قیاس نہیں کر سکتے۔ بقول علامہ اقبال ؎

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر!!

اسی طرح دونوں سورتوں کا اختتام بھی توحید باری تعالیٰ کی اہم آیات پر ہوتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت ہے: وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡرًا (آیت ۱۱۱) یعنی اے نبیؐ کہہ دیجیے کہ ساری حمد و ستائش اور سارا شکر اس اللہ کے لیے ہے جس نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا، نہ ہی کوئی حکومت میں اس کا شریک ہے اور نہ ہی کوئی اس کا دوست ہے اس وجہ سے کہ اسے کسی امداد و اعانت کی احتیاج ہو اور اس کی تکبیر کیجیے جیسا کہ اس کی تکبیر کا حق ہے"۔ سورۃ الکہف کے آخر میں یہ آیۂ مبارکہ وارد ہوئی: قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (آیت ۱۱۰) "اے نبیؐ کہہ دیجیے کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، مجھ پر وحی ہوتی ہے کہ تمہارا الٰہ بس ایک ہی الٰہ ہے" اللہ واحد ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

اسی طرح ان دونوں سورتوں کے وسط میں قصۂ ابلیس و آدم کا ذکر ہوا ہے۔ پھر ان دونوں سورتوں میں ہجرت کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا کہ اے نبیؐ اللہ سے دعا کیجیے: رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (آیت ۸۰) یعنی "اے میرے رب داخل کر مجھ کو سچا داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچا نکالنا۔ اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے"۔ اور چونکہ ہجرت کے سفر کے دوران غارِ ثور کا واقعہ پیش آنے والا تھا تو اسی نسبت سے محسوس ہوتا ہے کہ سورۃ الکہف میں اصحابِ کہف کا واقعہ بیان ہوا۔

ان دونوں سورتوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کے ساتھ ایک محکم اور مضبوط تعلق رکھنے کا حکم ہوا۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ

اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡھُوۡدًا (آیت ۷۸) یعنی "نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو کیونکہ قرآنِ فجر مشہود ہوتا ہے" اور سورۃ الکہف میں ارشاد فرمایا: وَاتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ کِتَابِ رَبِّکَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ (آیت ۲۷) یعنی "اے نبیؐ، آپ کے رب کی کتاب میں سے جو کچھ آپ پر وحی کیا گیا ہے اسے (جوں کا توں) سنا دیجئے! کوئی اس کے فرمودات کو بدلنے کا مجاز نہیں ہے"۔ معلوم ہوا کہ بندۂ مومن کے صبر و ثبات اور استقامت کا اصل راز بندۂ مومن کی قوت کا اصل منبع اور سرچشمہ تعلق باللہ ہے جس کا سب سے مؤثر ذریعہ قرآن مجید کو مضبوطی سے تھام لینا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کے آغاز اور اختتام پر بنی اسرائیل کی تاریخ کے بعض اہم واقعات کا ذکر ہے اور اس کے تیسرے اور چوتھے رکوع میں بنی اسرائیل کو جو احکام عشرہ دیئے گئے تھے یعنی تورات کے Ten Commandments ان کا Quranic Version بیان ہوا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت اس میں تورات کے احکامِ عشرہ ہی کی تفصیل قرآنِ مجید نے اپنے الفاظ میں کر دی ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں قرآن مجید کا ذکر اور اس کی اہمیت اور اس کی عظمت کا بیان تانے بانے کی مانند بُنا ہوا ہے۔ پورے قرآنِ مجید میں لفظ "قرآن" ساٹھ مرتبہ وارد ہوا ہے اور اس ایک سورہ میں سولہ مرتبہ لفظ قرآن وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں وہ چیلنج بھی ہے: قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِہٖ وَلَوۡ کَانَ بَعۡضُھُمۡ لِبَعۡضٍ ظَھِیۡرًا ؕ (آیت ۸۸) یعنی "اگر تمام انسان اور جن مل کر بھی کوشش کریں تو اس جیسا قرآن تصنیف نہ کر سکیں گے، خواہ وہ ایک دوسرے کی کتنی ہی مدد کریں"۔ اسی سورۂ مبارکہ کے آغاز میں فرمایا: اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَھۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ھِیَ اَقۡوَمُ ۵ (آیت ۱۰) یعنی "یہ قرآن ہے وہ کتاب جو رہنمائی کرتی ہے اس راستے کی طرف جو سب سے زیادہ سیدھی اور مستقیم راہ ہے"۔ جس میں نہ کوئی کجی ہے اور نہ کوئی زیغ۔ اور اس کا اختتام ہوتا ہے ان انتہائی پرجلال اور پرہیبت الفاظ پر: وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰہُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ـــ "اس قرآن مجید کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا اور حق کے ساتھ یہ نازل ہوا ہے" یعنی اب یہ فیصلہ کن کتاب بن کر آئی ہے اور امتوں اور قوموں کا فیصلہ اب اسی کتاب کے ذریعے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ (مسلم) "اللہ تعالیٰ اب اسی کتاب کی بدولت قوموں کو عروج عطا فرمائے گا اور اسی کتاب کو ترک کرنے کے باعث قوموں کو ذلیل و رسوا کر دے گا"۔ گویا کہ سورۂ بنی اسرائیل کا مرکزی مضمون قرآن مجید ہے جب کہ سورۃ الکہف کا مرکزی مضمون اس حیاتِ دنیوی کی حقیقت کو نمایاں کرنا ہے کہ یہاں کی ساری زینتیں اور آرائشیں، یہاں کی ساری چہل پہل، یہاں کی ساری رونقیں صرف اس لیے ہیں کہ تمہارا امتحان لیا جائے: اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (آیت ۷) یعنی اس زمین پر جو کچھ بھی ہے اسے ہم نے اس کا سنگھار بنا دیا ہے، اس کی زیبائش اور آرائش بنا دیا ہے تاکہ تمہیں آزمائیں کہ کون ہیں وہ لوگ جو صرف اس پر ریجھ کر رہ جاتے ہیں اور کون ہیں وہ باہمت مردانِ خدا جو یہاں رہتے ہوئے بھی اس کی محبت میں گرفتار نہیں ہوتے، بلکہ اللہ سے لو لگائے رکھتے ہیں۔ اور اس سے محبت کرتے ہیں۔

سورۃ الکہف کا جو حصہ اس پندرہویں پارے میں آیا ہے اس میں اصحاب کہف کا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے اور یہ بھی درحقیقت انسان کی آزمائش کا ایک اہم واقعہ ہے کہ کچھ نوجوان جو توحید باری تعالیٰ پر پوری طرح قائم ہو گئے ان پر شدائد اور مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، یہاں تک کہ ان کی جان کو اندیشہ لاحق ہو گیا تو انھوں نے توحید پر اپنے آپ کو مستقیم اور ثابت قدم رکھا اور وہ اپنی آبادی کو چھوڑ کر ایک غار میں جا کر پناہ گزین ہو گئے: اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ (آیت ۱۳) قرآن مجید ان کا ذکر کرتا ہے کہ وہ کچھ ایسے نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے، اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت، اس کا قانون اور ضابطہ یہی ہے کہ جو اس کی طرف بڑھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے اپنی راہیں کھولتے چلے جاتے ہیں اور اس کے لیے نیکی کی راہ کو آسان فرماتے چلے جاتے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف کے ان مرکزی مضامین میں جو نسبت ہے وہ حضورؐ کے ایک فرمان سے بڑی واضح ہو جاتی ہے۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ان دلوں پر بھی زنگ آجاتا ہے جیسا کہ لوہے پر زنگ آجاتا ہے جب کہ اس پر پانی پڑتا رہے۔ صحابہؓ نے دریافت فرمایا: یارسول اللہ! پھر ان دلوں

(باقی صفحہ ۴۰ پر)